تذکرہ مدرائی شہید علیہ الرحمۃ

مؤلف

ابو کلیم محمد صدیق فانی

ناشر: جماعت رضائے مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) رجسٹرڈ پاکستان (خانیوال)

E-mail:jamat-razaemustafa-kwl@yahoo.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

برصغیر پاک وہند میں جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کے بانی
ایک سنی عالم نامور مجاہد اور اُن کے کارنامے

سلسلہ اشاعت نمبر ۲۵

تذکرہ مدراسی شہید علیہ الرحمۃ

مؤلف

ابو کلیم محمد صدیق فانی

نظر ثانی

محمد شکیل قادری عطاری

کمپوزنگ: شبیر احمد رضوی (خانیوال، کبیروالا)

ناشر: جماعت رضائے مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) رجسٹرڈ پاکستان (خانیوال)

E-mail:jamat_razaemustafa_kwl@yahoo.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ

شہداء کا مقام

ربّ کائنات ارشاد فرماتا ہے:

ولاتقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء ولکن لاتشعرون ۔ (البقرہ پارہ۲)

ترجمہ: "اور نہ کہا کرو انہیں جو قتل کئے جاتے ہیں اللہ کی راہ میں کہ وہ مردہ ہیں بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم (اسے) سمجھ نہیں سکتے"۔

شانِ نزول

جب میدان بدر میں کئی مسلمان شہید ہوئے تو لوگوں نے کہنا شروع کیا کہ فلاں مرگیا وہ اپنی زندگی کی لذتوں سے محروم ہوگیا غیرت الٰہی اس کو برداشت نہ کرسکی کہ جن لوگوں نے اس کے دین کی سربلندی کیلئے اپنی جانیں قربان کیں انہیں مردہ کہا جائے۔ اس لئے یہ آیت نازل فرما کر اللہ کی راہ میں جان دینے والوں کو مردہ کہنے سے سختی سے روک دیا، بلکہ بتایا کہ وہ زندہ ہیں۔

- صاحبِ تفسیر روح المعانی علامہ محمود آلوسی بغدادی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

یعنی سلف الصالحین کی اکثریت کا یہی مذہب ہے کہ شہداء کی زندگی روحانی اور جسمانی دونوں طرح کی زندگی ہے اور بعض کا خیال ہے کہ صرف روحانی زندگی ہوتی ہے لیکن پہلا قول ہی صحیح ہے۔ (تفسیر روح المعانی پارہ۲)

- صاحبِ تفسیر مظہری قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ ان کی روحوں کو جسموں کی قوت دیتا ہے وہ زمین، آسمان اور جنت میں جہاں چاہیں جاتے ہیں اور وہ (شہداء) اپنے دوستوں کی امداد کرتے ہیں اور اپنے دشمنوں کو ہلاک کرتے ہیں "انشاء اللہ تعالیٰ"۔ (تفسیر مظہری پارہ ۲)

- حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے روایت فرمایا ہے کہ جنگ احد کے چھیالیس سال بعد حضرت عمرو بن جموح اور حضرت عبداللہ بن جبیر کی قبر (دونوں ایک ہی قبر میں مدفون تھے) سیلاب کی وجہ سے جب کھل گئی تو ان کے اجساد طاہرہ تروتازہ اور شگفتہ و شاداب پائے گئے جیسے انہیں کل ہی دفن کیا گیا ہو۔ (موطا امام مالک)

- بیسویں صدی کا واقعہ ہے کہ جب دریائے دجلہ حضرت عبداللہ بن جابر اور دیگر شہداء کی قبروں کے بالکل نزدیک پہنچ گیا تو حکومت عراق نے ان شہداء کرام کی نعشوں کو حضرت سلمان فارسی کے مزار پُر انوار کے جوار میں منتقل کرنا چاہا تو ان حضرات کی قبریں کھودی گئیں، تیرہ صدیاں گزرنے کے بعد بھی ان کے پاک جسم صحیح وسلامت پائے گئے۔ ہزارہا مخلوق نے اسلام کا یہ معجزہ اور قرآن کریم کی اس آیت کی صداقت کا اپنی ان آنکھوں سے مشاہدہ کیا۔ (تفسیر ضیاء القرآن جلد اول)

- مولانا محمد عمر نعیمی مراد آبادی کا بیان ہے کہ مولانا کافی کی قبر شہادت کے کوئی ۳۵ برس بعد سڑک میں آگئی جس سے قبر کھل گئی۔ آپکا جسم ویسا ہی تھا جیسا رکھا تھا۔ مولانا محمد عمر نعیمی کے نانا شیخ کرامت علی، جو متعلقہ ٹھیکیدار تھے، نے جسم مبارک کو دوسری جگہ دفن کرادیا۔

(۱)......(العلم کراچی جنگ آزادی نمبر صفحہ نمبر ۱۱۷ محمد ایوب قادری)
(۲)......(جنگ آزادی کے مسلم مشاہیر صفحہ نمبر ۱۵۳، محمد صدیق قریشی مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء)

- صحیح مسلم میں ہے کہ شہداء کی روحیں سبز رنگ کے پرندوں کے قالب میں ہیں۔ اور جنت میں جس جگہ چاہیں چرتی چگتی اڑتی پھرتی ہیں پھر ان قندیلوں میں آکر بیٹھ جاتیں ہیں جو عرش کے نیچے لٹک رہی ہیں، الخ (تفسیر ابن کثیر صفحہ نمبر ۲۳۲ جلد اوّل)

- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا شہید کو بوقت شہادت اتنی ہی تکلیف ہوتی ہے جتنی تمہیں مچھر وغیرہ کے کاٹنے سے ہوتی ہے۔(ترمذی صفحہ نمبر ۸۱۵ جلد اوّل)
- حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے ہاں شہید کی چھ خصلتیں ہیں۔

۱۔ خون کا پہلا قطرہ گرتے ہی اس کی بخشش ہو جاتی ہے۔

۲۔ جنت میں اپنا ٹھکانا دیکھ لیتا ہے۔

۳۔ عذاب قبر سے محفوظ ہوتا ہے۔

۴۔ بڑی گھبراہٹ سے مامون ہوگا۔

۵۔ اس کے سر پر عزت ووقار کا تاج رکھا جائے گا جس کا ایک یاقوت دنیا ومافیہا سے بہتر ہوگا۔

۶۔ بڑی آنکھوں والی ستر (۷۰) حوریں اسکے نکاح میں دی جائیں گی اور اس کے ستر (۷۰) رشتہ داروں کے معاملہ میں اسکی سفارش قبول ہوگی۔(ترمذی صفحہ نمبر ۸۱۲ جلد اوّل)

★★★★★

امیر حریت

پیکر عشق و محبت نازش قوم و وطن! ...... احمداللہ شاہ فخر خاندان بوالحسن

لشکرِ احرار کا وہ رہنمائے اوّلین ...... آتش نمرود جس پر بن گئی رشکِ چمن

خوب دی دادِ شجاعت کار زارِ عشق میں ...... بارک اللہ اے امیر حرّیت فخرِ وطن

گونجتا تھا، اسطرح میدانِ حرب وضرب میں ...... قلعہ خیبر میں جیسے نعرۂ خیبر شکن

برقِ وش سیماب طبع ، شعلہ جوالہ نو ...... خرمنِ افرنگ پر ہر دم رہا جو شعلہ زن

جس نے سب کچھ راہِ آزادی میں قرباں کردیا ...... وہ علمبردار آزادی وہ میر انجمن

جس کی تقریروں نے پیدا کردیا جوش جہاد ...... جسکی بے باکانہ یلغاروں سے جاگ اٹھا وطن

جس نے گوروں کی سیاہی کو نمایاں کردیا ...... چیخ اٹھے جس کی ضربت سے بتان سیمتن

جس سے باطل کے بہادر سورما ڈرتے رہے ...... کانپ کانپ اٹھے تھے جس سے بزرگان اہرمن

سید قربانؒ و محراب قلندرؒ کے طفیل ...... جس نے پھونکا صورِ آزادی بہ آہنگ علن

جس نے قطروں سے لیا تھا کام موجِ نیل کا ...... جس نے ذرّوں کو بنا ڈالا فروغ انجمن

خالد و طارق کا ثانی مظہر حیدر تھا وہ
ہند میں روحِ جہاد و زہد کا پیکر تھا وہ

(امیر البیان سہروردی ملتان)

باب اوّل

اسم گرامی، تعلیم وتربیت اور میدانِ جہاد میں عملی کردار

جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں جن علماء اہل سنت نے میدان جہاد میں عملی کردار ادا کیا اور جام شہادت نوش فرمایا، ان میں سید احمد اللہ شاہ مدراسی علیہ الرحمۃ کا نام نامی بھی خاص طور پر قابل ذکر ہے، باوجود مخالفت کے انگریز مؤرخین نے ان کی بہادری و جوانمردی، بے لوثی اور تنظیمی صلاحیتوں کو خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔

آپ ۱۸۱۷ء/۱۲۰۴ھ میں مدراس کے شہر چیناپٹن میں پیدا ہوئے اصل نام احمد علی، لقب ضیاء الدین اور خطاب دلاور جنگ تھا، میر قربان علی جے پوری علیہ الرحمۃ جو اپنے عہد کے ایک کامل ولی اللہ تھے احمد علی نام بدل کر احمد اللہ رکھا اور آپ نے اسی نام سے شہرت پائی۔

مولانا عبدالحلیم شرر لکھتے ہیں:

کہ لکھنؤ والوں نے ان کا نام ڈنکا شاہ رکھ دیا تھا اس لئے کہ جب وہ باہر نکلتے ان کے آگے آگے ڈنکا بجا کرتا تھا۔

مفتی انتظام اللہ شہابی لکھتے ہیں:

قیام آگرہ کے زمانہ میں جمعرات اور جمعہ کے دن احمد اللہ شاہ کا جلوس نکلا کرتا تھا

اور وہ پالکی میں سوار ہوتے تھے اور آگے آگے ڈنکا بجتا تھا، اس وجہ سے ڈنکا شاہ مشہور ہوئے،

قیصر التواریخ میں نقارہ شاہ نام بھی مذکور ہے۔

انگریزی کتابوں میں انہیں فیض آباد کا مولوی بتایا گیا ہے اس لئے کہ ان کی مجاہدانہ زندگی کا عملی آغاز فیض آباد ہی میں ہوا۔

جلال الدین کے پوتے اور ابوالحسن تاناشاہ والی گولکنڈہ کے پڑپوتے تھے، جلال الدین اپنے زمانے کے قطب الوقت[1] تھے اس خاندان میں امارت کے ساتھ ساتھ فقر بھی تھا۔ مولانا کے والد گرامی محمد علی، مصاحب ٹیپو سلطان اور نواب چینا پٹن تھے۔[2]

ملک کے رسم و رواج کے مطابق ۵ رسال کی عمر میں تعلیم کا آغاز ہوا، امیرانہ طور و طریق پر تربیت ہوئی، مروجہ علوم منقول و معقول حاصل کئے۔ بچپن ہی میں آپکو حدیث، تفسیر، عربی اور فارسی کے علاوہ سپہ گری کی بھی تعلیم دی گئی، انگریزی زبان پر بھی عبور حاصل کیا۔

فتح محمد تائب[3] فرماتے ہیں:

جو مکتب سے ان کو فراغت ملی
بڑھا سوئے شمشیر شوقِ دلی

---

[1] صوفیاء کی اصطلاح میں قطب باطنی خلیفہ اور سید اہل زمان ہوتا ہے، قطب کو قطب اس لئے کہتے ہیں کہ وہ دنیا کی جہات اربعہ میں اس طرح دورہ فرماتے ہیں جیسے فلک اپنی جہات میں دورہ کرتا ہے۔ قطب کو ہر شخص دیکھ اور پہچان نہیں سکتا مگر اپنی استعداد کے مطابق (زرقانی)۔

[2] ایسٹ انڈیا کمپنی اور باغی علماء، از مفتی انتظام اللہ شہابی، طبع لاہور۔

اٹھارہ سو ستاون کے مجاہد، از غلام رسول مہر، طبع لاہور۔

جنگ آزادی کے مسلم مشاہیر، از محمد صدیق قریشی جہلمی، طبع لاہور۔

جنگ آزادی ۱۸۵۷ء، از پروفیسر محمد ایوب قادری، طبع کراچی ۱۹۷۶ء۔

قیصر التواریخ، جلد دوم۔

[3] مولوی احمد اللہ شاہ کے مرید تھے، اپنے شیخ کے حالات میں نظم کی صورت میں ''تواریخ احمدی'' آپ کی مشہور کتاب ہے، جو مطبع انوار احمدی لکھنؤ سے ۱۲۹۷ھ میں طبع ہوئی۔ ۱۳۲۰/۱۹۰۲ھ میں انتقال ہوا۔

ملکی حالات

مفتی انتظام اللہ شہابی لکھتے ہیں:

مولانا احمد اللہ شاہ نے کم عمری میں فراغت علمی کی، مگر ہوش سنبھالتے ہی اردگرد ٹیپو سلطان کی تباہی کی داستانیں زبان زد عام تھیں، جن کے ہاتھوں خداداد حکومت کی بربادی ہوئی تھی، ان سے بچہ بچہ خائف تھا۔ وابستگان دولت خداداد کا ہر ایک فرد خانماں برباد ہو رہا تھا۔ ۱۱۹۹ھ میں سلطان ٹیپو شہید ہوئے۔ ۱۲۴۰ھ تک علاقہ مدراس کے مسلمان تباہی کے کنارے لگ گئے تھے، جائیدادیں ان کی ضبط ہوئیں جو لوگ فوج میں تھے وہ دربدر بال بچوں کو لئے بھیک مانگ رہے تھے کوئی پرسان حال نہ تھا۔ یہ حالات مولانا سید احمد علی (سید احمد اللہ شاہ مدراسی) کے سامنے تھے ان کی عمر سولہ یا سترہ سال کی ہونی آئی کہ طبیعت امارت سے بیزار ہوگئی، اور آپ نے نوابی سے کنارہ کشی اختیار کی۔[1]

غلام رسول مہر لکھتے ہیں:

مولانا احمد اللہ شاہ نے ہوش سنبھالا تو ٹیپو سلطان کی شہادت کے آثار ہر طرف نمایاں تھے، سلطنت خداداد تباہ ہو چکی تھی جو دکن میں اپنی نوعیت کی یگانہ سلطنت تھی اور جو آزادی وطن کی تمام امیدوں کا آخری سہارا تھی اس تباہی کو دیکھنے والے سینکڑوں افراد موجود ہوں گے اور خود احمد اللہ شاہ صاحب کا خاندان بھی اس تباہی کی وجہ سے خاصا متاثر ہوا ہوگا۔ ایک حساس طبیعت کیلئے یہ واقعات بڑے عبرت افزا ہوں گے۔ انہیں سینکڑوں آدمیوں نے سنایا ہوگا کہ آزادی وطن کے علمبردار ٹیپو سلطان اور انگریزوں کے درمیان یہ ٹکر کس درجہ ولولہ افروز اور حمیت پرور تھی، اور اس کا نتیجہ کتنا دردناک ہوا، احمد اللہ شاہ پر ان واقعات کا اثر یہ ہوا کہ امارت کی زندگی سے دل متنفر ہو گیا نہ وطن میں رہنا خوشگوار نظر آیا اور نہ ہی اس ماحول کے ساتھ کسی قسم کی دلبستگی باقی رہی۔[2]

---

[1] ایسٹ انڈیا کمپنی اور باغی علماء صفحہ نمبر ۶۲ طبع لاہور۔

[2] اٹھارہ سو ستاون کے مجاہد صفحہ نمبر ۱۱۰۳ اشاعت سوم ۱۹۷۱ء طبع لاہور۔

مدراس سے حیدر آباد

آپ نے گھر بار چھوڑا اور باہر نکل پڑے تاکہ کسی مقام پر مسلمانوں کی خدمت انجام دینے کا موقع ہاتھ آئے اور اس سے سعادت افروز ہوں، جب حیدر آباد پہنچے تو اس زمانے میں مرہٹوں سے لڑائیاں ہو رہی تھیں، احمد اللہ شاہ نے بھی حیدر آباد کی طرف سے ان لڑائیوں میں حصہ لیا اور مردانگی کے جوہر دکھائے کہ مقتولین کی لاشوں کے پشتے لگ گئے آخر مرہٹوں نے شکست کھائی، کچھ مدت بعد اہلیہ فوت ہو گئیں۔ آپ نے صبر و شکر کیا اور ان کے انتقال کے بعد اپنے وطن واپس لوٹ آئے۔[1]

سیر و سیاحت و حج و زیارت

مدارس سے رخصت ہو کر آپ نے یورپ کا سفر کیا، انگلستان میں شاہی مہمان رہے، وہاں سے مصر آئے اور عرب گئے اور حج کی سعادت سے مشرف ہوئے، پھر مدینہ منورہ گئے اور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دربار مقدس میں حاضری دی، جناب تائب فرماتے ہیں۔

ہوا دل کو ذوق سفر پھر قبول
پئے اقتباس حضور رسول
چلے سر کے بل جاں نثار نبی
ہوئے خاک بوس مزار نبی

واپسی پر آپ نے قسطنطنیہ، ایران اور افغانستان کی سیاحت کی، پھر چمن کے راستے ہندوستان پہنچے۔[2]

---

[1] ایسٹ انڈیا کمپنی اور باغی علماء صفحہ نمبر ۶۵ طبع لاہور۔
اٹھارہ سو ستاون کے مجاہد صفحہ نمبر ۱۰۵ طبع لاہور۔

[2] ایسٹ انڈیا کمپنی اور باغی علماء صفحہ نمبر ۶۵ طبع لاہور۔
اٹھارہ سو ستاون کے مجاہد صفحہ نمبر ۱۰۲ طبع لاہور۔ جنگ آزادی کے مسلم مشاہیر صفحہ نمبر ۷۶ طبع لاہور۔

روحانی تربیت

ہندوستان واپسی پر تصوف کا غلبہ ہوا اور مرشد حق کی تلاش شروع کی، بیکانیر اور سانبھرا[1] کے علاقے کی فضا بہت پسند آئی، آبادی کم تھی، عام راستوں سے ہٹے ہوئے مقامات اور نہ ہی لوگوں کے ہجوم کا خطرہ تھا کہ جس سے مشاغل اور عبادت میں خلل ہوگا۔

اس زمانہ میں آپ نے مسلسل چلہ کشی کی، جس کا طریقہ یہ تھا کہ خاص اوراد و وظائف خاص پابندیوں کے ساتھ ایک مدت تک پورے کئے جاتے تھے اس طرح اس علاقہ میں ۱۲ برس گزارے اور پھر جے پور جا کر میر قربان علی علیہ الرحمۃ سے فیوض و برکات حاصل کئے اور خرقہ خلافت حاصل کیا انہوں نے مشورہ دیا کو ٹونک جانا چاہیئے۔ جہاں اس زمانے میں نواب وزیر الدولہ حکمران تھا۔[2]

ٹونک کی طرف سفر

نواب وزیر الدولہ ۱۸۳۴ء میں مسند نشین ہوئے۔ نواب موصوف نے شاہ صاحب کا بڑی گرم جوشی سے استقبال کیا۔ ٹونک میں وہ زمانہ شریعت کی پابندی کے لحاظ سے بڑا ہی بابرکت تھا، وعظ و تذکیر کی محافل منعقد ہوتیں اور بعض نماز عصر آپ کے ہاں محفل سماع منعقد ہوتی، بعض حضرات کے نزدیک یہ امر وجہ اعتراض بن گیا، آپ نے عارفانہ جوابات[3] دیئے مگر پھر بھی جو مقصد پیش نظر تھا وہ یہاں پورا نہ ہوا۔

---

[1] سانبھر: اجمیر شریف کے قریب اور اس سے جانب غرب و شمال میں واقع ہے، جہاں خواجہ معین الدین چشتی علیہ الرحمۃ کے پوتے حضرت حسام الدین سوختہ علیہ الرحمۃ کا مزار مبارک ہے۔ (خواجہ معین الدین اجمیری از علامہ معین الدین اجمیری ۲۵۰ مطبوعہ لاہور)۔

[2] ایسٹ انڈیا کمپنی اور باغی علماء صفحہ نمبر ۶۵ طبع لاہور۔

جنگ آزادی ۱۸۵۷ء، پروفیسر محمد ایوب قادری صفحہ نمبر ۵۳۰۔

[3] اس مسئلہ پر حضرت شاہ ابوالحسن زید فاروقی نقشبندی مجددی دہلوی علیہ الرحمۃ کی تصنیف: غناء و سماع اصفیاء کا مطالعہ فرمائیں، جو شاہ ابوالخیر اکاڈمی، شاہ ابوالخیر مارگ دہلی نے شائع کی ہے۔

۱۴ ۵ ۱۰

حضرت محراب شاہ علیہ الرحمۃ سے ملاقات

ٹونک میں محراب شاہ قلندر کا شہرہ سنا، گوالیار پہنچے وہاں سلسلہ قادریہ کے بزرگ محراب شاہ کی نظر کیمیا نے رنگ اور زیادہ کر دیا، انہوں نے دیکھتے ہی ارشاد فرمایا کہ میں تو تمہارا عرصہ دراز سے منتظر ہوں، بیعت تو کرتے ہو مگر جان کی بازی لگانی ہوگی۔ سودا بڑا کٹھن ہے۔ آپ نے کہا! حضرت جو مرشد کا حکم ہوگا اس کی بسر و چشم تعمیل ہوگی۔ قلندر صاحب نے گلے لگایا اور خلعت و خلافت عطا فرمائی، بعد درود و وظائف کے ساتھ تلقین جہاد ضروری قرار دی۔[1]

دہلی کو روانگی

مرشد کامل حضرت محراب شاہ قلندر علیہ الرحمۃ کی ہدایت پر دہلی آئے سلطنت مغلیہ کا چراغ ٹمٹما رہا تھا، علماء سرکاری عہدوں پر فائز تھے، بڑے بڑے شیوخ طریقت رشد و ہدایت کی محافل جمائے بیٹھے تھے، مدرسین درس و تدریس اور تصانیف و تالیفات میں مشغول تھے، حضرت احمد اللہ شاہ ہر ایک سے ملے، تبادلہ خیالات کیے، وقت کی نزاکت کا احساس دلایا، مگر کوئی بھی ان کی ہمنوائی کو تیار نہ ہوا۔

فقط حضرت مفتی صدر الدین آزردہ[2] نے کچھ کچھ آمادگی کا اظہار کیا اور مشورہ دیا کہ آگرہ جا کر اصلاحی تحریک کو کامیاب بنایا جائے اور مفتی انعام اللہ خاں وکیل سرکار کے نام ایک تعارفی خط بھی دیا جو آگرہ مقیم تھے۔[3]

---

[1] جنگ آزادی کے مسلم مشاہیر صفحہ نمبر ۴۷۔ ایسٹ انڈیا کمپنی اور باغی علماء صفحہ نمبر ۶۶۔
جنگ آزادی ۱۸۵۷، صفحہ نمبر ۵۳۰ از پروفیسر محمد ایوب قادری۔ غدر کے چند علماء، صفحہ نمبر ۲۸ طبع دہلی۔

[2] دہلی کے مشہور علماء میں سے ہیں، انگریزی حکومت کی طرف سے دہلی کے صدر الصدور مقرر ہوئے۔ ۱۸۵۷ء میں غدر کے زمانہ میں فتویٰ جہاد کے اہتمام میں چند ماہ نظر بند رہے جائیداد ضبط ہوئی۔ ۱۲۸۹ھ/۱۸۶۸ء میں فوت ہوئے۔ (تذکرہ علمائے ہند صفحہ نمبر ۲۴۷)

[3] ۱۸۵۷ء کے مجاہد، صفحہ نمبر ۱۰۸۔

آگرہ میں قیام

مفتی صدرالدین آزردہ دہلوی کے ایما پر آگرہ کو مسکن بنایا، بیعت کا سلسلہ جاری کیا، خان بہادر مفتی انعام اللہ شہابی[1] کے یہاں مجلس علماء کی تشکیل دی، مولانا قاسم داناپوری مولانا غلام امام شہید، مولوی امام بخش وکیل، مولوی حافظ ریاض الدین مفتی شہر، شیخ محمد شفیع الہ آبادی، مولوی مصاحب علی وکیل، مولوی عظیم الدین حسن، مولوی باسط علی، مولوی معین الدین، مولوی شیخ اعتقاد علی وکیل، مرزا اسد علی بیگ وکیل، سید باقر علی ناظم محکمہ دیوانی، مفتی عبدالوہاب گوموی، مفتی نور اللہ گوموی، مولوی نور الحسن، سید رحمت علی، مولوی طفیل احمد خیر آبادی یہ سب آپ کے معتقد بن گئے۔ مولوی فیض احمد عثانی بدایونی اور ڈاکٹر وزیر خاں[2] جیسے لوگ پروانوں کی طرح آپ پر نثار ہونے لگے۔

قیام آگرہ کے زمانے میں آپ کی مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ آپ کی مجلس وعظ میں دس دس ہزار افراد کا مجمع ہوتا تھا، دیہات کے دورے کرتے، ہر تیسرے دن قلعہ آگرہ کے میدان میں مریدوں کے ساتھ تیر و تفنگ کی مشق بھی کی جاتی تھی۔[3]

وعظوں کا نقشہ مولوی سید طفیل احمد صاحب علیگ نے ان لفظوں میں کھینچا ہے:

''ان کی تقریروں میں ہزاروں آدمی ہندو اور مسلمان جمع ہوتے تھے''۔

---

[1] مفتی انعام ابن مفتی محمد اسحاق ابن مفتی محمد ولی نبیرہ ملا وجیہ الدین مؤلف ربعہ حصہ فتاویٰ عالمگیری ۱۲۰۶ھ میں پیدا ہوئے۔ والد گرامی سے علوم عربی کی تحصیل کی، محکمہ صدر میں وکیل رہے، صدر آگرہ آیا تو آپ بھی اس کے ہمراہ آئے۔ ۱۲۷۵ھ میں وصال ہوا، درگاہ ابوالعلاء میں دفن ہوئے۔ (تاریخ مفتیاں گوپامئو صفحہ نمبر ۳۹)

[2] ڈاکٹر وزیر خاں اکبرآبادی زبردست فاضل تھے مذہب عیسائیت پر بڑا عبور حاصل تھا، ۱۸۵۶ء/۱۲۷۲ھ کو جب پادری فنڈر سے آگرہ میں مناظرہ ہوا تو مولانا رحمت اللہ کیرانوی مناظر اول اور وزیر خاں مناظر دوم قرار پائے۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عظیم دی، موصوف نے ''تحریف اناجیل'' ایک مبسوط کتاب لکھی۔ عمر طبعی پائی اور جنت البقیع میں دفن ہوئے۔ (غدر کے چند علماء صفحہ نمبر ۸۲ طبع دہلی)

[3] گذشتہ لکھنؤ، عبدالحلیم شرر صفحہ نمبر ۴۴۔ اٹھارہ سو ستاون کے مجاہد صفحہ نمبر ۱۰۸۔

چنانچہ آگرہ کی تقریروں میں دس دس ہزار کا مجمع ہوتا، ان کی ہردلعزیزی کی یہ حالت تھی کہ پولیس نے (ایک موقع پر مجسٹریٹ کے حکم پر) انہیں گرفتار کرنے سے انکار کردیا۔[1]

جب آپ نے محسوس کیا کہ حکومت کا رویہ مشکوک ہے تو شہر چھوڑ دیا، آپ کے جانے کے بعد آپ کے کچھ رفقاء کو پکڑ کر تشدد کیا، مگر آپ کے خلاف کچھ ثابت نہ ہوا۔

اب مولانا نے برملا انگریز دشمنی کا اظہار شروع کردیا۔ آپ نے کلکتہ، میرٹھ، پٹنہ کا وسیع دورہ کیا، علی گڑھ میں آپ نے بے شمار پیروکار جمع کئے جب آپ نے ہنومان ٹیکری صوبہ اودھ میں امیر علی شاہ کی شہادت کی خبر سنی تو آپ نے ان کا بدلہ لینے کیلئے لکھنؤ کا رخ کیا اور عظیم اللہ خاں سے مستقبل کے منصوبے پر گفتگو کی۔

لکھنؤ میں قیام

لکھنؤ میں شروع شروع میں آپ کا قیام گھسیاری منڈی میں تھا یہ زمانہ واجد علی شاہ کی جلاوطنی کا تھا، حالات کی سازگاری نے آپ کو آنکھوں پر بٹھالیا۔ انبوہ عظیم نے آپ کو گھیر لیا۔ ان میں دیسی سپاہی بھی شامل تھے۔ بالآخر سی آئی ڈی کے گماشتوں نے آپ کی تنظیم کو طشت ازبام کردیا، آپ فیض آباد اٹھ آئے۔[2]

فیض آباد میں قیام

آپ لکھنؤ سے فیض آباد آگئے اور فیض آباد میں جو تقریریں کیں اور واقعات شہادت حضرت امیر علی شاہ بیان کئے، ہر فیض آبادی پر ایک مجاہدانہ رنگ آگیا اور ان میں فرنگیوں اور عمال کمپنی سے انتقام لینے کی آگ بھڑکنے لگی، آپ کے پاس ہزار ہا فدا کار جمع ہونے لگے اور ہر ایک اسلحہ سے آراستہ تھا۔

---

[1] مسلمانوں کا روشن مستقبل، بحوالہ ۱۸۵۷ء کے مجاہد صفحہ نمبر ۱۰۹۔

[2] جنگ آزادی کے مسلم مشاہیر صفحہ نمبر ۷۵۔

اس کے ساتھ ہی ان کو باضابطہ جنگی تربیت اور قواعد کی تعلیم دی جانے لگی، یہ خبریں حکام تک پہنچیں انہوں نے کوتوال شہر کو آپ کے پاس بھیجا کہ قواعد اور اسلحہ بندی کیا معنی رکھتی ہے۔

غرضیکہ شاہ صاحب نے حکومت کی دھمکیوں کو خطرہ میں نہ لاتے ہوئے پیری مریدی کا سلسلہ شروع کر دیا اور مجاہدین کی تنظیم شروع کر دی، آخر کار حاکم فیض آباد نے فوجی قوت سے آپ کو روکنا چاہا، معاملہ طول پکڑ گیا دونوں طرف سے تلواریں کھنچ گئیں، شاہ صاحب کے ایک فوجی افسر سے دو دو ہاتھ ہوئے ایک ہی وار میں وہ آ رہا، مگر زخمی کر کے چھوڑ دیا، فوجی نرغہ اس قدر تھا کہ شاہ صاحب بھی زخمی ہو کر گر پڑے۔ فوج کے سپاہیوں نے شاہ صاحب کو بیہوشی کے عالم میں گرفتار کر لیا اور پالکی میں ڈال کر قید خانے لے گئے اور پابہ زنجیر کر دیا اور آپ کے ہمراہی بھی گرفتار کر دیئے گئے۔[1]

ہنگامہ ۱۸۵۷ء

اس واقعہ گذشتہ کو چند ماہ گزرے تھے کہ میرٹھ سے ہنگامہ ۱۸۵۷ء کی خبر عام ہوئی، اس کا اثر اہل فیض آباد نے بھی لیا، موقع دیکھ کر امیر علی شاہ[2] کے ساتھیوں اور احمد اللہ شاہ کے مریدوں نے شہر میں آگ لگا دی، فوجیوں میں بغاوت پھیل چکی تھی ان کا پہلا حملہ جیل خانہ پر ہوا، تمام قیدی چھوڑ دیئے گئے اور شاہ صاحب کو قید فرنگ سے آزاد کرایا۔[3]

لکھنؤ کو روانگی

شاہ صاحب نے فیض آباد سے رہا ہو کر قیادت سنبھالی، بہت سی فوج انکے ہمراہ ہو گئی اور وہ لکھنؤ پہنچے اور چنہٹ کے مقام پر انگریزوں سے مقابلہ ہوا، جس میں انگریزوں کو

---

[1] ایسٹ انڈیا کمپنی اور باغی علماء صفحہ نمبر ۷۷۔

[2] امیر علی شاہ کو ۷ اکتوبر ۱۸۵۷ کو تختہ دار پر لٹکایا گیا۔ (جنگ آزادی کے مسلم مشاہیر صفحہ نمبر ۱۸۲)

[3] ایسٹ انڈیا کمپنی اور باغی علماء صفحہ نمبر ۷۸۔

شکست ہوئی۔

لکھنؤ میں جب سپاہ نے برجیس قدر کو تخت نشین کیا تو شاہ صاحب کو یہ بات پسند نہ آئی اور انہوں نے اس سے اختلاف کیا، جب سپاہ نے بیلی کارد پر حملے کا ارادہ کیا اور شاہ صاحب سے شرکت کی درخواست کی تو انہوں نے صاف انکار کر دیا مگر پھر اپنے مرید برکات احمد کی درخواست پر راضی ہو گئے اور سپاہ کے ساتھ روانہ ہوئے مگر کامیابی نہ ہوئی، بلکہ اس کے بعد جب انگریزی سپاہ نے حملہ کیا تو اس پلہ کا بھاری رہا، سپاہ میں مذہبی اختلاف بھی تھا، شاہ صاحب نے تلقین کی کہ تبرا نہیں ہونا چاہیے اور اس کا عہد و پیمان ہوا، پھر سخت معرکے ہوئے، شاہ صاحب نے خوب بہادری دکھائی اور شاہ صاحب کی معرکہ آرائی کا سلسلہ آخر تک جاری رہا۔[1]

جنگ باڑی

انگریزی فوج کی پوری کیفیت معلوم کر لینے کے بعد احمد اللہ شاہ نے نقشہ جنگ تیار کیا وہ باڑی سے انگریزی فوج کی جانب روانہ ہوئے، چار میل پر ایک گاؤں ملا جس کے سامنے ایک ندی گزرتی تھی اور اس ندی کے کنارے بہت اونچے تھے، شاہ صاحب نے اپنی پیادہ فوج کناروں کے اندر جا بجا بٹھادی، رسالے کو دو ٹکڑوں میں تقسیم کر کے دائیں بائیں بھیجا۔ اور ہدایت کر دی کہ چکر کاٹ کر انگریزی فوج کے بازوؤں اور عقب کو روک لیں۔ مقصود یہ تھا کہ رسالہ انگریزی فوج کو دائیں بائیں یا پیچھے کی طرف بچ نکلنے سے روکے گا۔ سامنے سے پیادہ فوج حملہ آور ہوگی اس طرح پورا لشکر تباہ کر دیا جائے گا، رسالے نے بڑا کمال دکھایا اور رات کی تیرگی میں کام پورا کر دیا، انگریزی فوج ۱۲/اپریل کی صبح کو بے فکری سے روانہ ہوئی وہ تباہی کے غار میں پہنچ رہی تھی کہ رسالے والوں سے ایک خوفناک غلطی سرزد ہوگئی، انہیں انگریزی فوج کے عقب میں دو توپیں نظر آئیں جن کی حفاظت کا کوئی

---

[1] جنگ آزادی ۱۸۵۷ء، صفحہ نمبر ۵۳۲۔

انتظام نہ تھا ان کم عقلوں نے اصلی نقشہ جنگ کو کامیاب بنانے کے بجائے ان دو توپوں پر عجلت سے قبضہ کرنا چاہا نتیجہ یہ نکلا کہ انگریز افسر صورتِ حال پر متنبہ ہو گئے۔ چنانچہ یہ نقشہ بھی صرف رسالے والوں کی ایک اتفاقی غلطی کے باعث بے نتیجہ رہا اور مولانا احمد اللہ شاہ کو باڑی سے نکلنا پڑا اور آپ نے بریلی جانے کا ارادہ کیا۔[1]

نواب بریلی کے نام خط

اس کے بعد احمد اللہ شاہ صاحب نے بریلی کے نواب خان بہادر خاں[2] کو ایک فرمان لکھا کہ ہمارا ارادہ بریلی آنے کا ہے اس کے متعلق جواب دو، بقول مصنف تواریخ احمدی، نواب بریلی نے شاہ صاحب کی آمد (کسی حکمت عملی کی بنا پر) بریلی میں مناسب نہ سمجھی، شاہ صاحب کو جب نواب موصوف کا جواب مل گیا، تو انہوں نے شاہ جہاں پور کی طرف رخ کیا۔[3]

---

[1] اٹھارہ سوستاون کے مجاہد صفحہ نمبر ۱۲۶۔ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء صفحہ نمبر ۵۳۳۔

[2] ۱۸۵۷ء میں جنگ آزادی کے شعلے جب ہر جانب بھڑک اٹھے تو بریلی بھی اس کی لپیٹ میں آ گیا، جنرل بخت خاں کی کوشش سے اس علاقے کے انتظامات اس بوڑھے نواب خاں بہادر خان جن کی عمر تقریباً ۷۰ رسال تھی کے سپرد کر دیئے گئے اس کبر سنی میں بھی یہ نہایت منظم، بہادر اور پر جوش تھا پورے علاقہ کے نظم و نسق کو اس نے مستحکم کر لیا تھا۔ اس کی فوج میں ایک ایسا بھی جیش تھا جس کے سب افراد نے یہ قسم کھا رکھی تھی کہ میدان جنگ میں ڈٹے رہیں گے تاوقتیکہ خود مر جائیں گے یا دشمن کو مار ڈالیں گے انہوں نے ایک دفعہ انگریزی فوج کے مددگار سکھوں پر ایسا شدید حملہ کیا کہ وہ ان کے مقابلے کی تاب نہ لا سکے اور خس و خاشاک کی طرح بہہ گئے۔ خان بہادر خاں جوانمردی سے لڑا اور دشمن کا پامردی سے مقابلہ کیا، ۱۸۵۹ء میں کوہستان نیپال کی ایک لڑائی میں اتفاق سے گھوڑے سے گر پڑے اور گرفتار ہوئے فوجی عدالت میں مقدمہ چلا، پھانسی کی سزا دی گئی۔

۱۔ اٹھارہ ستاون کے مجاہد صفحہ نمبر ۲۷۱

۲۔ غدر کے چند علماء صفحہ نمبر ۱۲۳۔

۳۔ ایسٹ انڈیا کمپنی اور باغی علماء صفحہ نمبر ۱۰۲ طبع لاہور۔

۴۔ فقہاء پاک و ہند جلد اول، صفحہ نمبر ۲۲، ۲۳۔

[3] جنگ آزادی ۱۸۵۷ء، صفحہ نمبر ۵۳۴۔

شاہجہاں پور پر حملہ

یہ حملہ ۳ مئی کو ہوا اور ۱۱ مئی تک جاری رہا، اس میں انگریزوں کو سخت شکست ہوئی شاہ صاحب کو مالِ غنیمت ہاتھ لگا۔ انگریز پرانی جیل میں محصور ہوگئے۔ شاہ صاحب نے بہت اچھا انتظام کیا، فوج کو ہدایات جاری کیں، کہ ان پر ظلم نہ کیا جائے، علاقوں پر ناظم مقرر کئے، اپنی ٹکسالی جاری کردی اور مرزا برجیس قدر کو شاہ صاحب نے ایک فرمان بھیجا جس میں اس کو شاہجہاں پور کی فتح یابی، فوجی حکومت کا قیام اور سکہ کے اجراء کی خبر بھیجی۔[1]

شاہجہاں پور پر انگریزوں کا دوبارہ حملہ

انگریزوں نے چاروں طرف سے اپنی طاقت کو جمع کیا اور احمد اللہ شاہ پر حملہ کا پروگرام بنایا، شاہ صاحب کو جب انگریز کے اس ارادے کی خبر ہوئی تو انہوں نے بھی تیاری شروع کردی۔ شاہ صاحب کے ساتھ بارہ سو (۱۲۰۰) سوار تھے۔ اور انگریز کی فوج ۶/ ہزار تھی، دونوں طرف سے گھمسان کی لڑائی ہوئی اور معرکہ کارزار ہوا۔ انگریز شاہجہاں پور میں داخل ہوگئے، شاہ صاحب نے شہر چھوڑ دیا، اسی دوران بریلی پر انگریزوں کا قبضہ ہو چکا تھا۔ نواب بہادر خاں شاہجہاں پور پہنچے، فیروز شاہ شہزادہ اور اسماعیل خاں (فتح گڑھ) بھی آگئے، شاہ صاحب کے پاس ۱۶/ ہزار فوج جمع ہوگئی، تمام سرداروں کا مشورہ ہوا کہ اب انگریزوں سے کس طرح مقابلہ کیا جائے۔ طے ہوا کہ غول کر کے چڑھائی کی جائے اور تازہ دم مدد پہنچتی رہے۔ انقلابیوں کی فوج اپنی قیام گاہ سے چلی، ۶، ۷ کوس کے فاصلے پر پہنچی کہ انگریز فوج سے مقابلہ ہوگیا، معرکہ کارزار گرم ہوا، اس مقابلہ میں انگریزی فوج کو شکست ہوئی، انقلابی فوج کامیاب ہوئی۔

شاہ صاحب نے فوج کا جائزہ لیا، چونکہ حد فرخ آباد تک کا ملک قبضے میں آگیا تھا، لہٰذا شاہ صاحب اس طرف گئے ہوئے تھے جب انگریزوں کو علم ہوا تو انہوں نے انقلابی

---

[1] جنگ آزادی ۱۸۵۷ء صفحہ نمبر ۵۳۴ طبع کراچی۔

فوج پر حملہ کردیا، سخت مقابلہ ہوا، انگریز کامیاب ہوئے شاہ صاحب کو اس کا علم ہوا تو فوراً شاہجہاں پور آئے، اپنا قائم مقام مقرر کیا۔

برباد شدہ سپاہ کا جائزہ لیا اور اس کی کوتاہیاں بتائیں، فیصلہ ہوا کہ سکندر آباد کا رخ کیا جائے۔ اس کے بعد دوسرے انتظامات بھی کئے پھر قلعہ محمدی گئے اور درویش الف شاہ سے ملاقات کی۔[1]

[1] جنگ آزادی ۱۸۵۷ء، صفحہ نمبر ۵۳۵۔

باب دوم

شہادت کے تفصیلی واقعات

نقل اشتہار

اعلان انعام بابت گرفتاری مولوی احمد اللہ شاہ[1]

اعلان گورنر جنرل نمبر ۵۸۰ محکمہ امور خارجہ الہ آباد، ۲۰ر اپریل ۱۸۵۸ء اعلان نمبر ۵۸۰ جی

ذریعہ ہذا اعلان کیا جاتا ہے کہ ۵۰ ہزار روپیہ ہر اس شخص کو ادا کیا جائے گا جو باغی مولوی احمد اللہ شاہ کو جو عام طور پر مولوی کہا جاتا ہے زندہ کسی برطانوی چوکی یا کیمپ کے حوالے کردے گا۔

یہ مزید اعلان کیا جاتا ہے کہ اس اعلان کے علاوہ اس باغی یا بھگوڑے کو جو فوج سے بھاگ گیا ہوگا عام معافی دے دی جائے گی جو مولوی کو حوالے کرے گا، سوائے ان تین آدمیوں کے جن کا نام اعلان نمبر ۴۷۳ مورخہ یکم اپریل میں ظاہر کئے جا چکے ہیں۔

[1] مآثر دلاوری، صفحہ نمبر ۱۷۶۔

جنگ آزادی ۱۸۵۷ء، صفحہ نمبر ۱۹۴۔

۲۴ رمئی کو جانز نے بھی محمدی کا رخ کیا، بدقسمتی سے اس دوران میں مولانا کے بہترین جانباز اور رفقاء ان کا ساتھ چھوڑ گئے تھے کیونکہ لگاتار پسپائی سے ان کا مورال بری طرح متاثر ہوا تھا، جہاں تک مولانا کا تعلق ہے، ان کی اوالوالعزمی میں اس سے کوئی فرق نہ پڑا۔

مئی ۱۸۵۸ء میں آپ نے اودھ پر دوبارہ قبضہ کر لیا تھا اب لڑائی کا رنگ یہ ہوگیا تھا کہ کولن اودھ کو فتح کرتا تو مولانا روہیل کھنڈ پر قبضہ جما لیتے تھے اور وہ روہیل کھنڈ کو لیتا تھا تو وہ اودھ کو فتح کر لیتے تھے۔ اس پریشانی سے نجات حاصل کرنے کیلئے فرنگیوں نے اس آہنی ہاتھ کو شل کر دینے کا فیصلہ کیا، ان دنوں مولانا اودھ کے بڑے راجاؤں اور روساسے مدد لینے کا رادہ کر رہے تھے ان میں پایان کا راجا جگن ناتھ بھی تھا۔ مولانا نے بیگم حضرت محل کی طرف سے اسے مجاہدین کی امداد کیلئے پیغام بھیجا، راجہ نے اثبات میں ...... جواب دیا لیکن مذاکرات کیلئے آپ کو پایاں (پورائین) آنے کی دعوت دی، یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ فرنگیوں نے مولانا کو زندہ گرفتار کرنے کیلئے بیش بہا انعامات مقرر کر رکھے تھے ساتھ ہی آپ کو پناہ دینے والوں کیلئے ہولناک سزاؤں کا بھی اعلان ہو چکا تھا، لیکن حُر بھی کبھی ایسی بھبکیوں سے ڈرا کرتے ہیں۔ ۵رجون کو آپ راجہ سے گفت وشنید کیلئے روانہ ہوئے۔ پایاں پہنچ کر آپ نے شہر کے دروازہ کو بند پایا، فصیل پر جگن ناتھ اپنے بھائی بلدیو سنگھ کے ساتھ مسلح سپاہیوں کے درمیان کھڑا تھا، آپ صورت حال کی نزاکت کو سمجھتے ہوئے بھی فصیل کے نزدیک محض اس خیال سے چلے گئے کہ جگن ناتھ کو آمادہ مذاکرات کر سکیں، ابھی آپ فصیل کے قریب پہنچے ہی کہ بلدیو سنگھ نے آپ پر گولی چلا دی، اس طرح ایک بد بخت غدار کے ہاتھوں آپ نے جام شہادت نوش فرمایا۔ راجہ کے بھائیوں نے مولانا کا سر کاٹ لیا ،شاہ صاحب کے دونوں ساتھی بھی شہید ہوئے۔ یہ واقعہ ۱۵رجون ۱۸۵۸ء، ۲رذیقعدہ ۱۲۷۴ھ بروز سہ شنبہ (منگل) بوقت دوپہر وقوع پذیر ہوا۔ فتح محمد تائب لکھتے ہیں:

فقط ساتھ اس شیر کے دو رہے ...... وہ صادق تھے اللہ کے ہو رہے

زہے ان کی قسمت زہے ان کے بخت ...... فدا اس غریبی پہ سو تاج و تخت

پڑے تھے شہ ملک عرفاں کے گرد ...... مصائب ہوں جس طور سلطان کے گرد

عیاں ان میں یوں لاشہ شاہ تھا ...... دو پیکر کے آغوش میں ماہ تھا

راجہ جگن ناتھ پچاس ہزار روپے کے انعام کا مستحق ٹھہرا، کیونکہ مولوی احمد اللہ شاہ کے سر کیلئے ۵۰ ہزار روپے کا انعام مقرر تھا۔ سر، کلکٹر شاہجہاں پور کے پاس لایا گیا۔ پوایاں کے تحصیلدار مولا بخش نے مندرجہ ذیل عرضی کے ساتھ کلکٹر شاہجہاں پور کے پاس شاہ صاحب کا سر بھیجا۔

''غریب پرور سلامت''!

بجواب حکم حضور پر نور، مورخہ ۱۵ر جون ۱۸۵۸ سر مولوی و کرچ وکلا مولوی، معرفت راجہ جگن ناتھ سنگھ ارسال حضور کیا۔ ملاحظہ میں حضور والا کے گزرے گا اور اصل پروانہ مشعر خوشنودی مزاج بندگان حضور بطور سند کے کمترین نے اپنے پاس رکھا، اطلاعاً عرض کیا۔ مورخہ ۱۶ر جون ۱۸۵۸ء۔

عرضے

مولانا محمد بخش تحصیلدار، پوایاں

احمد بیگ اور تلارام نے مولوی احمد اللہ شاہ کی نعش کی شناخت کی، مرزا احمد بیگ ولد قادر بخش ساکن گوپاموٗ (عمر ۲۸ رسال پیشہ نوکری) اظہار کرتا ہے کہ

''میں نوکر راجہ پوایاں کا ہوں، میں خوب واقف ہوں کہ یہ لاش جو پوایاں سے ہم لائے ہیں احمد اللہ شاہ باغی کی ہے کہ اس میں کسی طرح کا شک نہیں، زندہ بھی ایک مرتبہ میں نے بڑے گاؤں میں دیکھا تھا اور وقت شناخت کے حلیہ بھی لاش کا بموجب سابق مطابق پایا۔ کہ سانولا رنگ، بڑی بڑی آنکھیں اور بال تمام سر تا دوش اور داہنے ہاتھ کی ایک

انگلی کٹی ہے اور میں اچھی طرح پہچانتا ہوں کہ یہ لاش احمد اللہ شاہ کی ہے کچھ فرق نہیں ہے۔

العبد

احمد بیگ

اسی قسم کا بیان تلارام ولد خورم سنگھ قوم ٹھاکر، عمر ۲۵ رسال کا ہے۔

راجہ پایاں آپ کے سر کو رومال میں لپیٹ کر ہاتھی پر سوار ہوا اور شاہجہاں پور کے مجسٹریٹ منی کے پاس لے گیا، وہ اپنے گھر کھانے کے دوران فرش پر آپ کے سر کو گیند کی طرح اِدھر اُدھر لڑکھڑاتا رہا، بعد میں آپ کا سر پولیس سٹیشن کے صدر دروازے پر لٹکا دیا گیا، لندن میں اس خبر سے چراغاں ہوا، جیسا کہ ہومز نے لکھا ہے: ''شمالی ہندوستان میں ہمارا سب سے بڑا دشمن، سب سے خطرناک انقلابی ختم ہو گیا''۔

اس تشہیر عام کے بعد لاش کے ساتھ سر کو بھی جلا کر خاک کر دیا گیا اور اس جگہ گدھوں کا ہل چلوا دیا اور تمام تھانوں میں اس کا سرکاری طور پر اعلان کرایا گیا۔

چنانچہ مجسٹریٹ شاہجہاں پور کی طرف سے ۱۸ رجون ۱۸۵۸ء کو ایک حکم مشتہر ہوا جو کہ احمد شاہ ''سرغنہ باغیان'' بمقام پوایاں بمقابلہ جمعیت راجہ جگن ناتھ رئیس پوایاں کے مارا گیا...... اور سر اس کا بمقام کوتوالی لٹکایا گیا لہٰذا حکم ہوا کہ اور جملہ تھانیداروں کو اطلاع دے کر لکھا جائے کہ وہ اپنے علاقے میں اس بات کو مشہور کر دیں اور نیز افسران چوکیات تھانہ جات کو بھی اطلاع دے دیں۔ مورخہ ۱۸ رجون   دستخط بخط انگریزی

سپرنٹنڈنٹ ضلع کی طرف سے بلتھرا کے تھانیدار کو لکھا گیا۔

بحکم صاحب سپرنٹنڈنٹ بہادر

شجاعت نشان تھانیدار بلتھرا، خوش رہو...... احمد اللہ شاہ سرغنہ...... مارا گیا، نعش اس کی پھونک دی گئی اور ہل گدھوں کا، جائے سوختنی نامبردہ کے چلوایا گیا اور سر اس کا بمقام کوتوالی ٹانگا گیا۔ لہٰذا تم کو لکھا جاتا ہے کہ تم اس بات کو مشہور کر دو۔

۱۸ جون ۱۸۵۸ء بہ قلم للتا پرشاد محرر

یہ خبر تلہر، پوایاں، کٹوریا، پورن پور اور کٹرہ بھی بھیجی گئی۔ اس مردِ مجاہد کی نعش کے جلانے کے سلسلے میں ۱۱ روپے خرچ ہوئے اس رقم کو سرکاری خزانے سے وصول کیا گیا۔ ناظر عدالت فوجداری کی درخواست ملاحظہ ہو۔

غریب پرور سلامت!

مرادی ۱۱ روپے کی لکڑی سوختنی نعش احمد اللہ خاں و نجتھی (؟) وغیرہ میں جو خرچ ہوئے ہیں امیدوار ہوں کہ مرادی مذکورہ بالا سرکار سے عطا ہوویں۔ واجب تھا عرض کیا۔

عرضے

فدوی ہیرالال ناظر فوجداری ۲۰ / جون ۱۸۵۸ء

حکم ہوا کہ ۱۱ روپے حسب ضابطہ باجرائے پروانہ رسمی خزانچی دیا جائے۔

۲۰ / جون ۱۸۵۸ء دستخط انگریزی

دریا پار محلہ جہاں آباد متصل احمد پور مسجد کے پہلو دفن کیا گیا۔ بعد میں مولانا سید طفیل احمد (علیگ) نے آپ کی قبر پر کتبہ لگوایا۔

راجہ جگن ناتھ[1] نے ۲۷ جون ۱۸۵۸ء کو بابت خیر خواہی فرنگی حکام درج ذیل خط لکھا۔

جناب والا مناقب علی شان مع الجود والاحسان سکندر شوکت والاشان قدرداں ہوا خواہاں دام حشمتہ وشوکتہٗ۔

بعد ادائے آداب فدوی جاں نثار گزارش گر مدعا ہے، سرفراز نامہ افتخار آمود محررہ ۲۷ / جون ۱۸۵۸ء نے محتوی خوشنودی مزاج حضور فیض گنجور سبب آنے کا حکم محکم جناب مستطاب معلی القاب نواب گورنر جنرل بہادر دام اقبالہٗ، بذریعہ تار برقی مقام فرخ آباد سے

---

[1] عجب بات یہ ہے کہ یہی راجہ پوائن تھا جس نے ابتداء میں انگریزوں کو اپنے ہاں پناہ دینے سے انکار کر دیا تھا۔ نہ ابن الوقت راجہ کو رنگ بدلنے میں دیر لگی اور نہ انگریزوں کو اس کی ابن الوقتی کا احساس ہوا۔

بمزید قدر دانی وکمال خوشنودی، عطائے مبلغ ۵۰ ہزار روپیہ بجلدوئے مقتولی، مولوی اور طلبی فدوی جاں نثار مذکور باکنور بلدیو سنگھ واسطے لینے روپیہ مسبوق الذکر اور اطلاع کرنے اس خوشخبری سے راجا ''دوتی سنگھ متولی والا'' کوشرف صدور وغرور دوفرمایا۔ کمال عزت اور آبرو ہم چشموں میں بخشی، اللہ تعالیٰ سرکار فلک اقتدار کو ساتھ اس قدر دانی کے خوش اور سلامت رکھے۔ حق یہ کہ جو سرکار گردوں وقار نے سرفرازی اور قدردانی اس ذرہ بے مقدار کی فرمائی ہزار زبان سے شکر پرورش سرکار کروں، عشر عشیر ادائے شکر کا ہو نہیں سکتا۔ ظہور اس کارنمایاں کا صرف باقبال سرکار ہو اور نہ بدوں یاوری اقبال سرکار۔ ظہور ہونا کسی امر خیر خواہی سرکار کا غیر ممکن بلکہ...... محال سے متصور۔ چونکہ ہنوز باغیاں بدانجام سکندر آباد اور حوالی اس کے ہیں موجود اور اجتماع ان کے سے احتمال وقوع واردات آتش زدنی، جیسا کہ دو تاریخ میں کیا...... رہتا ہے۔ اغلب کہ جلد منتشر اور درہم برہم ہو جاتے ہیں بعد عرصہ ہفتہ یعنی تاریخ پنجم جولائی ۱۸۵۸ء روز دوشنبہ حاضر خدمت فیض موہبت بندگان عالی متعالی کے ہوں گے اور راجا موتی سنگھ کو اس خوشخبری سے اطلاع کردی۔ اطلاعاً گزارش کیا۔[1]

مزارپرُانوار مولانا احمد اللہ شاہ مدراسی شہید علیہ الرحمۃ

[1] جنگ آزادی ۱۸۵۷ء از پروفیسر محمد ایوب قادری طبع کراچی۔
ایسٹ انڈیا کمپنی اور باغی علماء از مفتی انتظام اللہ شہابی طبع لاہور۔
جنگ آزادی کے مسلم مشاہیر، از محمد صدیق قریشی طبع لاہور۔ غدر کے چند علماء، از مفتی انتظام اللہ شہابی طبع دہلی۔
مآثر ولادری از ابرار حسین گوپاموی (گوپامو ۱۹۶۶ء)۔
ترجمان اہل سنت کراچی، جنگ آزادی نمبر۔ قیصر التواریخ جلد دوم۔

ساور کر کا بیان

ساور کر نے لکھا ہے کہ احمد اللہ شاہ نے راجا اور اس کے بھائی کو جنگی تیاری کے ساتھ کھڑے دیکھا تو صورتِ حال کا اندازہ کر لیا، لیکن بے باکانہ قدم آگے بڑھایا اور بات چیت شروع کر دی۔ بدبخت راجا جو قلعے کی دیوار پر کھڑا تھا اس بہادر قلب کی صدائے ورد کا صحیح اندازہ کب کر سکتا تھا جس نے عزم مصمم کر رکھا تھا کہ اس وقت تک تلوار نہ چھوڑوں گا، جب تک یا تو اجنبی اس سرزمین سے نہ نکل جائیں یا خود میرے سر پر تاجِ شہادت نہ رکھا جائے۔ [1]

جب یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ بزدل راجہ بہ طیبِ خاطر دروازہ کھولنے کیلئے تیار نہیں تو مولوی صاحب نے مہاوت کو حکم دیا کہ جس ہاتھی پر میں بیٹھا ہوں اسے آگے بڑھاؤ اور اس قلعہ کا دروازہ توڑ دو، لیکن راجہ کے بھائی اور اس بزدل نے شاہ صاحب کو شہید کر دیا۔

نیز لکھتا ہے:

دوسرے روز مہذب انگریزوں نے اس مجاہد کا سر کوتوالی کی عمارت پر لٹکوا دیا، جس نے شجاعت و مردانگی اور ایسی بلند ہمتی سے جنگ کی تھی اور پوائیں کے بھاری بھرکم وحشی کو غداری کے ملعون فعل معاوضے میں پچاس ہزار روپے دیئے۔ [1]

حلیہ احمد اللہ شاہ مدراسی علیہ الرحمۃ

قد لمبا لاغر مگر مضبوط، ڈبلے جبڑے، لمبے پتلے ہونٹ، اونچا بانسہ، بڑی بڑی آنکھیں، تیغ نما ابرو، لمبی داڑھی، سخت کالے بالوں کی زلفیں دونوں کاندھوں پر پڑی رہتیں۔

(ایسٹ انڈیا کمپنی اور باغی علماء از انتظام اللہ شہابی صفحہ نمبر ۸۲)

---

[1] ساور کر صفحہ نمبر ۳۶۹، ۳۷۰، بحوالہ اٹھارہ سو ستاون کے مجاہد صفحہ نمبر ۱۳۰، ۱۳۱۔

باب سوم

تاثرات

مولانا محمد فضل حق خیر آبادی علیہ الرحمۃ

فانتهض لمحاربة النصارىٰ، المتسلطين علىٰ تلك النامية عامل ناحية اخرىٰ، قد ادخر من الحسنات والخيرات والسعادات والمبرات، ذخرا، كان براتقيا، صفيا، نقيا، شجاعا كميا، لرسول الملاحم نبی المراحم صلى الله عليه وآله وسلم سميا ۔الخ

(الثورۃ الہندیہ صفحہ نمبر ۲۸۲ طبع ثانی ۱۳۹۴ھ/۱۹۷۴ء لاہور)

اس موقعہ پر متسلط نصاریٰ سے قتال کیلئے دوسری طرف کا ایک (شاہ احمد اللہ مدراسی) اٹھ کھڑا ہوا، اس نے خیرات ومبرات اور سعادات وحسنات کا کافی ذخیرہ اپنے اندر جمع کرلیا تھا وہ بڑا ہی پاک طینت، صاف باطن، متقی پرہیز گار، بہادر اور رسول ملاحم اور نبی مراحم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہم نام تھا۔

غلام رسول مہر

مولانا احمد شاہ نے راہ آزادی میں جو تکلیفیں اٹھائیں جو مصیبتیں برداشت کیں، یہاں تک کہ بالآخر جان بھی دے دی...... ان کا نصب العین صرف یہ تھا کہ ملک

اجنبیوں (انگریزوں) کے تسلط سے پاک ہو جائے۔

(اٹھارہ سو ستاون کے مجاہد صفحہ نمبر ۱۰۱، بار سوم ۱۹۷۱ء طبع لاہور)

پروفیسر محمد ایوب قادری

مولوی احمد اللہ شاہ جنگ آزادی کے نامور قائد اور مجاہد تھے، اور انہوں نے اس تحریک کو کامیاب بنانے کیلئے پوری پوری کوشش کی اور تبلیغ جہاد کیلئے ملک کے بڑھے حصے کا دورہ کیا، مختلف مراکز قائم کئے اور ایک جماعت فراہم کی، ان کی تحریک کے لوگ مختلف جگہ ان کے کام کو آگے بڑھاتے رہے...... ۱۵ر جون ۱۸۵۸ء کو شہید ہوئے۔

نیز لکھتے ہیں: شاہ احمد اللہ صاحب کی شہادت پر روہیل کھنڈ کی جنگ آزادی ہی نہیں بلکہ درحقیقت ہندوستان کی جنگ آزادی ۱۸۵۷ء ختم ہوگئی، یہ وہ بہادر جانباز مجاہد تھا جس نے جنگ آزادی کی تحریک کا آغاز، اس کی تبلیغ کی اور اس کو پروان چڑھایا اور آخر میں اپنی جان دے کر اپنے عزائم و مقاصد کی بلندی پر مہر تصدیق ثبت کر دی۔

(جنگ آزادی ۱۸۵۷ صفحہ نمبر ۵۲۹، ۵۳۶، ۳۰۳ طبع کراچی ۱۹۷۶ء)

محمد صدیق قریشی جہلمی

مولانا احمد اللہ شاہ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کے بانیوں میں سے ہیں۔ آپ کی فرنگیوں سے کم و بیش بیس دفعہ معرکہ آرائی ہوئی، اپنے بہترین ذرائع اور ساز و سامان کے باوجود فرنگیوں کو یہ حسرت رہی کہ آپ کو زیر نہ کر سکے...... آپ دشمن پر صاعقہ بن کو ٹوٹتے، آپ کے حربی طریقوں سے انگریز کے سر چکرا جاتے۔

(جنگ آزادی کے مسلم مشاہیر صفحہ نمبر ۸۷ بار اول طبع لاہور ۱۹۸۶ء)

مفتی انتظام اللہ شہابی

مولانا احمد اللہ شاہ عالم فاضل اور فنونِ حرب کے ماہر، ممالک مشرق و مغرب کی سیاحت کی، میر قربان علی جے پوری اور محراب شاہ قلندر گوالیاری کے مرید و خلیفہ تھے۔ قلندر صاحب نے جانبازی اور سرفروشی کی بیعت لی اور انگریزوں کے اقتدار کے خلاف جنگی مساعی

کیلئے مقرر کیا...... آخر ۱۲۷۴ھ کو جام شہادت نوش فرمایا۔ (غدر کے چند علماء صفحہ نمبر ۲۸ طبع دہلی)

نیز لکھتے ہیں: عوام لالچ سے دن بدن عیسویت کی طرف مائل ہوتے جارہے تھے یہی چیز علماء کی بے چینی کا سب سے بڑا سبب ہوئی اور شاہ احمد اللہ کی تحریک سے علماء دلچسپی لینے لگے کہ بغیر اس کے تغلب نصرانیت سے چھٹکارا ممکن نہیں، فرانسیسی مشنریوں میں سے مسٹر جوزف بھی تھے، یہ مفتی انعام اللہ کے احباب سے تھے، حضرت احمد اللہ شاہ کے فیض صحبت سے اسلام لائے اور یوسف علی نام رکھا، ایک مسجد اب تک انکے نام سے آگرے میں موجود ہے، خاندان صابریہ میں بیعت کی۔ (ایسٹ انڈیا کمپنی اور باغی علماء صفحہ نمبر ۷۴ طبع لاہور)

گل محمد فیضی بی اے

جنگ آزادی (۱۸۵۷ء) کے وہ قائدین جنہوں نے انگریزی حکومت کے چھکے چھڑا دیئے اور اپنی سیاسی اور جنگی کامیابیوں سے انگریزوں کو بے دست و پا بنا کر رکھ دیا ان میں پیر احمد اللہ شاہ مدراسی کا نام خاص طور پر قابل ذکر ہے (آزادی کی ان کہی کہانی صفحہ نمبر ۹۵)

علامہ احمد سعید کاظمی علیہ الرحمۃ

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں جن اکابر علماء و مشائخ اہل سنت نے انگریز کے خلاف جہاد کا فتویٰ صادر فرمایا، ان میں علامہ فضل حق خیر آبادی، مفتی عنایت احمد کاکوروی، مولانا کفایت علی کافی، مولانا احمد شاہ مدراسی اور مولانا فیض احمد بدایونی پیش پیش تھے یہی وہ بزرگانِ دین تھے جن کی یلغار سے ایوان فرنگ میں تہلکہ مچ گیا۔ الخ

(روزنامہ امروز ملتان، ۱۷ اکتوبر ۱۹۷۸ء)

جنرل ٹامسن

جو کہ ایک بہادر انگریز تھا وہ ہنگامہ ۱۸۵۷ء میں شریک رہا اس نے شاہ صاحب کے متعلق لکھا ہے: مولوی احمد اللہ بڑی لیاقت اور قابلیت رکھتا تھا وہ ایسا شجاع تھا کہ خوف اس کے نزدیک نہیں آتا تھا، یہ عزم کا پکا اور ارادہ کا مستقل تھا باغیوں میں اس سے بہتر سپاہی

نہ تھا، یہ فخر اسی کو حاصل ہے کہ اس نے دو مرتبہ "سر کالن کمپل" کو میدان جنگ میں ناکامیاب رکھا...... دنیا کی ساری قومیں اس کو تعظیم اور ادب کے ساتھ جو شجاعت وصداقت کیلئے لازمی ہیں اور جن کا مولوی مستحق تھا اس کو یاد کریں گی۔

(۱)...... (تاریخ شاہجہاں پور از محمد صبیح الدین صفحہ نمبر ۱۳۹ طبع لکھنو ۱۹۳۲ء)

(۲)...... (غدر کے چند علماء از انتظام اللہ صفحہ نمبر ۲۹، ۳۰ طبع دہلی)

(۳)...... (ایسٹ انڈیا کمپنی اور باغی علماء صفحہ نمبر ۸۶ طبع لاہور)

ہومز (انگریز)

مولوی (احمد اللہ شاہ) اگرچہ حیدر علی اور سیواجی کا ہم پایہ نہ تھا، لیکن غدر ہند (۱۸۵۷ء) میں جو آدمی ہمارے خلاف لڑے ان میں سے وہ غالباً سب سے بڑھ کر قابل اور یقیناً سب سے زیادہ صاحب عزیمت تھا۔

(ہومز صفحہ نمبر ۵۰۰ بحوالہ اٹھارہ سوستاون کے مجاہد صفحہ نمبر ۱۳۳)

میلی سن (انگریز)

مولوی (احمد اللہ شاہ) بڑا ہی غیر معمولی آدمی تھا...... عظیم الشان صلاحیتوں کا آدمی تھا، حوصلے اور ہمت میں بے باک، عزم میں استوار پائیدار اور باغیوں میں یقینی طور پر بہترین سپاہی۔ (میلی سن صفحہ نمبر ۳۷۹ جلد ۲، اٹھارہ سوستاون کے مجاہد صفحہ نمبر ۱۳۲)

سید محمد فاروق القادری ایم اے

تحریک پاکستان کی بنیاد ۱۸۵۷ء میں مولانا فضل حق خیر آبادی، مفتی عنایت احمد کاکوروی، مولانا فیض احمد بدایونی، مولانا امام بخش صہبائی، مولانا کافی مراد آبادی شہید، سید احمد اللہ شاہ مدراسی شہید، مولانا رضی الدین بدایونی ایسے مجاہدین آزادی اور سرفروشان اسلام اپنا خون جگر دے کر پھانسی کے تختوں پر چڑھ کر اور کالے پانی کی تکالیف برداشت کر کے رکھ چکے تھے مجاہدین کا یہ گروہ اسی سواد اعظم (اہل سنت) سے تعلق رکھتا ہے۔

(مقدمہ اکابر تحریک پاکستان، محمد صادق قصوری صفحہ نمبر ۱۱ طبع گجرات)

محمد صادق قصوری

۱۸۵۷ء میں مجاہد کبیر حضرت علامہ فضل حق خیرآبادی، مفتی کفایت علی کافی، مولانا امام بخش صہبائی، مفتی عنایت احمد کاکوروی، مولانا فیض احمد بدایونی، مولانا احمد اللہ شاہ مدراسی، سید وہاج الدین مرادآبادی، شاہ رضا علی بریلوی (رحمہم اللہ تعالیٰ) جیسے بے شمار راہنماؤں اور ان کے ارادتمندوں نے انگریزی سامراج کا تختہ الٹنے کیلئے جو بیش بہا قربانیاں دیں ان کے بغیر جنگ آزادی کا تصور تک ممکن نہیں۔

(اکابر تحریک پاکستان صفحہ نمبر ۳۱ طبع ۱۹۷۶ء مکتبہ رضویہ گجرات)

فتح محمد تائب لکھنوی

نگاہوں سے تھی شان حیدر عیاں ...... گراتی تھی چیں جبیں بجلیاں
علم یا علی کہہ کے خنجر کیا ...... رواں مرکب باد پیکر کیا

(تواریخ احمدی طبع لکھنؤ)

مولوی محمد اکرم فائز

احمد شاہ ایک بڑی جماعت مریدوں کے آگرے میں تشریف لائے اور ایک مکان کرائے پر لیا اس کے دروازے پر نقارے رکھوائے پانچوں وقت نوبت بجنے لگی، شہرہ پھیلا بہت آدمی مرید ہوئے ...... میں بھی ان کے پاس آنے جانے لگا۔

(خوارق مستان صفحہ نمبر ۲۹ آگرہ ۱۳۱۷ھ)

خلیل احمد صدیقی (سی اے پی)

اس جنگ آزادی کا دائرہ پورے ہندوستان پر محیط تھا اور ہندوستان کے کم وبیش ہر صوبے میں اس کی چنگاری محسوس کی گئی، قوم پرستوں نے اپنے اپنے محدود وسائل میں رہتے ہوئے ہر جگہ انگریزوں کے تسلط سے آزاد ہونے کی کوشش کی، ان میں نمایاں کردار ادا کرنے والے تمام مجاہدین آزادی پر مختلف تاریخوں میں روشنی ڈالی گئی ہے جن میں سے چند ایسے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں۔

جنرل بخت خاں، شہزادہ فیروز، حضرت محل، رانی لکشمی بائی، عظیم اللہ، سید احمد اللہ شاہ مدراسی، مولانا فضل حق خیر آبادی، مولانا فیض احمد (بدایونی)، مولانا کافی مراد آبادی، حکیم سعید اللہ۔ الخ (لال قلعہ کا آخری تاجدار صفحہ نمبر ۳۰۹ طبع لاہور ۱۹۹۰ء)

محمد اسحاق بھٹی

مولانا احمد اللہ شاہ مدراسی اعلیٰ صلاحیتوں کے مالک اور بہت منتظم و قابل شخص تھے، ۱۸۵۷ء کے جہاد حریت میں ان کی خدمات ہمیشہ نمایاں رہیں، انکی بے پناہ سرگرمیوں کا بڑے بڑے انگریزوں نے اعتراف کیا اور انہیں خراجِ تحسین ادا کرنے پر مجبور ہوئے...... انگریزوں کے خلاف جگہ جگہ وعظ کیے اور انکے اقتدار کی بنیادیں متزلزل کرنے میں کوشاں رہے...... اس مردِ مجاہد کو شاہجہاں پور سے شمال مشرق میں ۱۸ میل دُور راجا پوائن جگن ناتھ کے بھائی نے گولی مار کر شہید کر دیا۔ الخ (فقہائے پاک و ہند، جلد اوّل طبع لاہور ۱۹۸۲ء)

محمد عبد الشاہد شروانی

مولانا فضل حق خیر آبادی نے بعد نماز جمعہ جامع مسجد (دہلی) میں علماء کے سامنے تقریر کی استفتاء پیش کیا، مفتی صدر الدین خاں آزردہ صدر الصدور دہلی مولوی عبد القادر، قاضی فیض اللہ دہلوی، مولانا فیض احمد بدایونی، ڈاکٹر مولوی وزیر خاں اکبر آبادی، سید مبارک شاہ رامپوری نے دستخط کر دیے اس فتویٰ کے شائع ہوتے ہی ملک میں عام شورش بڑھ گئی دہلی میں نوے ہزار سپاہ جمع ہو گئی تھی...... کمپنی کی فوج نے ۱۴ ستمبر ۱۸۵۷ کو شہر دہلی پر حملہ کر دیا۔ اور ۱۹ ستمبر ۱۸۵۷ء کو (شہر دہلی) پر مکمل طور پر انگریز قابض ہو گیا...... جنرل بخت خاں، ڈاکٹر وزیر خاں، مولوی فیض احمد وغیرہم سب لکھنؤ چلے گئے یہ سب لوگ لکھنؤ پہنچ کر احمد شاہ دلاور جنگ کے پرچم تلے جمع ہو گئے خوب خوب مقابلے رہے...... دلاور جنگ (احمد اللہ شاہ مدراسی) کو راجہ پوائیں، بلدیو سنگھ نے دعوت کے بہانے سے بلا کر ۱۵ جون ۱۸۵۸ء، ۲ ذیقعدہ ۱۲۷۴ھ کو شہید کر دیا۔ (''باغی ہندوستان'' صفحہ نمبر ۱۴۱، ۱۴۲ طبع ثانی لاہور ۱۹۷۴ء)

محمد چراغ علی (ریسرچ آفیسر، نیشنل بک کونسل آف پاکستان)

اسی اثنا میں جامع مسجد دہلی میں جمعہ کے بعد علامہ فضل حق خیر آبادی نے علماء کے سامنے تقریر کی، استفتاء پیش کیا، مفتی صدر الدین آزردہ، صدر الصدور دہلی، مولوی عبد القادر، قاضی فیض اللہ دہلی، مولانا فیض احمد بدایونی، ڈاکٹر مولوی وزیر خاں اکبر آبادی اور سید مبارک شاہ رامپوری نے دستخط کر دیئے اس فتوی کے شائع ہوتے ہی ملک میں عام شورش بڑھ گئی، دہلی میں ۹۰ ہزار سپاہ جمع ہو گئی، یہ سب لکھنؤ پہنچ کر احمد اللہ شاہ دلاور جنگ کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو گئے (انگریزی فوج) سے خوب مقابلے ہوئے۔ الخ

(اکابرین تحریک پاکستان صفحہ نمبر ۱۴۷ طبع لاہور)

شیخ محمد رفیق اسسٹنٹ پروفیسر اسلامیہ کالج سول لائن لاہور

جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں حریت پسندوں کی کمان ایک فقیر منش بزرگ احمد اللہ شاہ کر رہے تھے جو خانقاہ نشینی ترک کر کے میدان جہاد میں کود پڑے۔ الخ

(تحریک و تاریخ پاکستان ۱۸۵۸ء تا ۱۹۷۷ء صفحہ نمبر ۱ طبع دوم لاہور ۱۹۷۴ء)

صاحب الیواقیت المہریۃ (فی شرح الثورۃ الہندیۃ)

الغازی الکبیر مولنا الشاہ احمداللہ وغذا فی سبیل اللہ فی اکثر معارک المسلمین بالبر طنۃ لاسیما فی الحروب ببلدۃ آکرۃ و دھلی و لکھنؤ و شاہ جھان پور وقدمر ذکرہ فی رفقاء الغازی الشاہ احمد اللہ الخ

(الیواقیت المہریہ از مولانا غلام مہر علی گولڑوی صفحہ نمبر ۳ ۷ طبع چشتیاں)

محمد اللہ یار اشرفی

مولانا احمد اللہ مدراسی جنہوں نے سامراجیت کو کچلنے کیلئے سر دھڑ کی بازی لگائی، انگریز کے ظلم و تعدی کا نشانہ اور کینہ پرور سازشی گروہ کا شکار ہو کر گولیوں کی بوچھاڑ سے پوائیں میں جام شہادت نوش کیا جن کی قبر انور پر آج بھی رحمتوں کے پھول برس رہے ہیں۔

(ترجمان اہل سنت طبع کراچی، جنگ آزادی نمبر)

فرامین امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

- حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مجھ سے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ سے ڈرو جہاں کہیں بھی تم ہو۔ برائی کے بعد نیکی کرو، وہ نیکی اسے مٹا دے گی اور لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آؤ''۔

- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے،

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

''منافق کی تین علامتیں ہیں، جب گفتگو کرے تو جھوٹ بولے اور جب وعدہ کرے تو خلاف کرے اور جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرے''۔ (بخاری کتاب الآداب)

- حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

''قسم ہے اس (ذات) کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کوئی آدمی مومن نہیں ہوسکتا جب تک اپنے بھائی یا ہمسایہ کیلئے وہی پسند نہ کرے جو اپنے لئے چاہتا ہے۔ (مسلم کتاب الایمان)

ساقی آرٹ پریس باٹا والی گلی خانیوال فون: 2556489